اقبال کے خطبہ اول "علم اور مذہبی مشاہدہ" کے اردو تراجم: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Urdu Translations of Iqbal's First Lecture "Knowledge and Religious Experience"

Sadia Razi
Bahauddin Zakariya University, Multan
sadiamanzar16@gmail.com

Mohammad Asif, Ph.D.
Bahauddin Zakariya University, Multan
Asif7475@hotmail.com

Abstract

This paper explores Iqbal's first English lecture, *Knowledge and Religious Experience*, in which he emphasizes the need to reconstruct religious thought in light of modern scientific and philosophical developments. The research aims to examine how four Urdu translators have interpreted and conveyed the core ideas of this lecture. Key questions include: To what extent do these translations reflect Iqbal's original concepts? What linguistic or intellectual shifts are evident in the translations? This qualitative study uses a comparative analytical methodology, focusing on the philosophical fidelity, linguistic clarity, and interpretive nuance in each translation. The findings suggest that while all four translations attempt to stay true to Iqbal's thought, they differ significantly in their approach—some offering more accessible language, others preserving deeper conceptual complexity. The study concludes that translation plays a crucial role in shaping the reception of Iqbal's philosophy, and highlights the importance of contextual and intellectual sensitivity in translating such dense philosophical texts.

Keywords: Iqbal, reconstruction, knowledge and religious experience, Urdu translation, modern perspective, scientific thought, analytical study

کلیدی الفاظ: اقبال، اردو تراجم، خطبہ اول، علم اور مذہبی مشاہدہ، مذہب، سائنس، جدید تناظر، سائنسی نکتہ نظر، تجزیاتی مطالعہ

"The Reconstruction of religious thought in Islam" کے عنوان سے 1930ء میں شائع ہونے والے اقبال کے انگریزی خطبات کا پہلا خطبہ "Knowledge and Religious Experience" ہے۔ اقبال کے اس بنیادی خطبے کا موضوع "علم" ہے۔ اقبال نے مذہبی شعور کو فلسفے کے تناظر میں عقل و وجدان کے معیار پر پرکھا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ مذہب کو محض روایتی عقیدے سے بڑھ کر ایک زندہ، روحانی و تخلیقی تجربہ قرار دیتے ہیں جو انسانی شعور کی گہرائیوں سے جنم لیتا ہے۔

لسانی و اسلوبی اعتبار سے یہ اقبال کا ایک بلند پایہ خطبہ ہے۔ لسانی اعتبار سے دقیق اور فلسفیانہ زبان کا انتخاب کیا، جملے طویل ہونے کے باوجود منطقی ترتیب کے حامل ہیں اور استدلالی و وجدانی رنگ کے ساتھ اسلوب خطیبانہ ہے۔ اقبال نے مغربی مفکرین مثلاً کانٹ، ولیم جیمز اور برگساں کے نظریات کی

تنقیح و تنقیص کرتے ہوئے مذہبی تجربے کی سچائی کو اجاگر کیا ہے۔ جبکہ شعری آہنگ، علامتی انداز اور روحانی احساس اس کے جمالیاتی پہلو کو بھی نمایاں کرتا ہے.

تحقیقی مقاصد

اقبال کے نزدیک مذہب اور سائنس میں کوئی دوئی نہیں اسی لیے خطبہ اول میں انہوں نے دینی افکار کو جدید علمی و فکری تناظر میں پرکھنے اور ان کی تشکیل جدید کی ضرورت کو اجاگر کیا ہے۔ تشکیلِ پاکستان کے بعد خطباتِ اقبال کے باقاعدہ چار اردو تراجم سامنے آئے۔ مترجمین نے اپنی علمی، ادبی اور فکری اپج کے مطابق متن کو سمجھنے اور پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مقالہ میں خطبہ اول کے انہی چار تراجم کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ دیکھا جاسکے کہ مترجمین نے اقبال کے افکار کو کس حد تک درست، موثر اور بامعنی انداز میں پیش کیا ہے۔ اقبال کے ان انگریزی خطبات کا پہلا ترجمہ نذیر نیازی صاحب نے کیا۔ جبکہ بعد ازاں شریف کنجاہی، شہزاد احمد اور وحید عشرت نے بھی ان خطبات کے اردو تراجم کیے۔

تحقیقی سوالات

1۔ کیا خطبہ اول کے تراجم ترجمہ کے اصولوں کے پیشِ نظر کیے گئے ہیں؟

2۔ کیا یہ تراجم اقبال کے فکر و فلسفہ کی موثر اور بامعنی ترجمانی کر سکے؟

3۔ کیا یہ تراجم اصل انگریزی متن کی روح سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں؟

4۔ ان تراجم کے اختلافات, ترامیم، تحریف یا تشریحی اضافوں نے کس طرح اصل انگریزی متن کے مفہوم کو متاثر کیا؟

تحقیقی طریقہ کار

تحقیق کی نوعیت معیاری (qualitative) ہے۔ جس کی بنیاد اقبال کے پہلے انگریزی خطبے (Knowledge and Religious Experience) کے متن اور اس کے چار اردو تراجم تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مذہبی افکار کی تعمیرِ نو، فکرِ اسلامی کی نئی تشکیل اور تجدیدِ فکریاتِ اسلام پر ہے۔ اقبال کے اصل انگریزی متن اور ان تراجم کے متنی تجزیے (textual analysis) اور تقابلی مطالعے کے ذریعے تراجم کے معیار اور فنی، فکری و لسانی ترجیحات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بحث و تجزیہ

اقبال کے انگریزی خطبات کے پہلے خطبے کا عنوان نذیر نیازی نے "علم اور مذہبی مشاہدہ" شریف کنجاہی نے "علم اور عرفان" شہزاد احمد نے "علم اور مذہبی واردات جبکہ وحید اختر عشرت نے "علم اور مذہبی مشاہدہ" کیا۔

Yet a careful study of the Quran and the various schools of scholastic theology. That arose under the inspiration of Greek philosophy very much broadened the outlook of Muslim thinker, it, on the whole, obscured their vision of the Quran.)1)

1۔ لیکن جب ہم علمِ کلام کے ان مختلف مذاہب پر نظر ڈالتے ہیں جن کا ظہور فلسفہ یونان کے زیرِ اثر ہوا اور ان کا مقابلہ قرآن پاک سے کرتے ہیں، تو یہ اہم حقیقت ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ یونانی فلسفہ نے مفکرینِ اسلام کے مطمحِ نظر میں اگرچہ بہت کچھ وسعت پیدا کر دی تھی مگر بحیثیتِ مجموعی قرآن مجید میں ان کی بصیرت محدود ہو کر رہ گئی۔(2)

نذیر نیازی صاحب کی تحریر اقبال کے انگریزی متن کا رواں ترجمہ ہے اور یہ کہیں کہیں وضاحتی رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں انگریزی پیرے کے آخری جملے کا ترجمہ "قرآن کے بارے میں ان کی بصیرت کو دھندلا دیا" اقبال کے انگریزی الفاظ کے معنی ہیں جبکہ نیازی صاحب نے 'دھندلا دیا' کی جگہ 'محدود' کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ انگریزی لفظ Obscured کی معنوی شدت کو کم کر دیتا ہے جبکہ باقی مترجمین نے "بصیرت کو دھندلا دیا" ہی استعمال کیا ہے۔ جو لفظی ترجمہ اور معنی کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے

2۔ اسلام کی تاریخ میں یونانی فلسفہ بہت بڑی ثقافتی طاقت تھی۔ اس کے باوجود قرآن کا اور علم کلام کے ان جد امجد ادبستانوں کا غور کے ساتھ مطالعہ کرنے سے جو یونانی سوچ کے زیرِ اثر ابھرے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جہاں یونانی فلسفے سے مسلمان سوچنہاروں کی نگاہ میں وسعت پیدا کر دی تھی وہاں اس نے قرآن کے بارے میں ان کی بصارت کو مجموعی طور پر دھندلا دیا تھا۔(3)

کنجاہی صاحب اپنے ترجمے میں پیرا گراف کے آغاز میں لکھتے ہیں "اسلام کی تاریخ میں یونانی فلسفہ بہت بڑی ثقافتی طاقت تھی" جبکہ انگریزی متن میں اقبال نے یہ بات نہیں کہی مصنف نے اپنے طور پر اس جملے کا اضافہ کیا ہے۔ غالباً کنجاہی صاحب نے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ جملہ تحریر کیا جو ان کی تحریر کو زیادہ بامعنی اور سیاق و سباق سے جوڑتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے 'مفکرین' کے لیے بھی ایک غیر روایتی لفظ 'سوچنہاروں' کا استعمال کیا جو کہ رائج نہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے نذیر نیازی کے برعکس 'بصیرت' کی 'جگہ بصارت' کا لفظ استعمال کیا ہے 'جبکہ بصارت' کے لفظی معنی 'دیکھنا' بمعنی صلاحیت یا قوت کے ہیں۔ اور بصیرت کے معنی 'عرفان' یا 'معرفت' کے ہیں اس کا مادہ 'بصر' ہے۔ عربی الاصل ہے اور تصوف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ روحانی قوت جو کشف یا الہام کے لیے غیر مادی اشیاء کا ادراک کر لیتی ہے چونکہ مضمون تصوف کا ہے اس لیے بصیرت کا لفظ زیادہ مناسب ہے بہ نسبت بصارت کے۔

3۔ تاہم قرآن کے محتاط مطالعے اور دینی متکلمین کے مختلف مکاتبِ فکر جو یونانی فکر کے زیرِ اثر پیدا ہوتے رہے (کے مطالعے سے) یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ یوں تو یونانی فلسفے نے مسلمان مفکرین کے دائرہ فکر کو بہت وسعت دی مگر مجموعی طور پر ان کی قرآنی بصیرت کو دھندلا دیا (4)۔

شہزاد صاحب کے ترجمہ سادہ اور آسان ہے مگر ترجمے میں کوتاہیاں ان کے ہاں بھی موجود ہیں جیسا کہ پیرا گراف کی ابتدا میں انہوں نے 'دینی متکلمین' کا لفظ استعمال کیا۔ اس میں دینی کا لفظ اضافی ہے کیونکہ 'متکلمین' کی اصطلاح ہی دین کی وضاحت کرنے والوں کے لیے ہی استعمال کی جاتی ہے۔ انگریزی متن پر غور کرنے کے باوجود یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ شہزاد صاحب نے 'عجیب و غریب حقیقت' کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ ایسے جملے اردو نثر میں بیانیہ اسلوب پیدا کرنے کا سبب تو بنتے ہیں مگر مترجم کے لیے الفاظ کے لفظی و معنوی رشتوں کا شعور ہونے کے ساتھ ان کی نشست و برخاست سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

4۔ قرآن مجید کے محتاط مطالعے اور ان مختلف مدرسی مکاتب، جو یونانی فکر سے متاثر ہوئے، کی الٰہیات کے تجزیے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اگرچہ فلسفہ یونان نے مسلمانوں کے اندر فکر میں بڑی وسعت پیدا کر دی تھی قرآن کے بارے میں مجموعی طور پر مسلم مفکرین کی سوچ کو یونانی فکر نے متاثر کرتے ہوئے دھندلا دیا۔(5)

وحید عشرت صاحب نے ابتدائی جملے میں 'مدرسی مکاتب' کا لفظ استعمال کیا ہے' مدرسی' کا لفظ 'مدرس' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں 'پڑھانا' اور 'مکاتب' جمع ہے 'مکتب' کی۔ لیکن مکاتب کا لفظ آزادانہ اور مختلف سوچ رکھنے والوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے غالباً مصنف نے یہ لفظ اسی مفہوم کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا ہو گا مگر جو اصطلاح انہوں نے وضع کی وہ ناقابل فہم ہونے کے ساتھ یونانی فکر سے متاثر نظریاتی دبستان کا صحیح تاثر قائم کرنے میں بھی ناکام ہے۔ اس کے علاوہ مترجم 'بصیرت' کے مقابل 'سوچ' کا لفظ لائے ہیں۔ مگر 'سوچ' کے معنی میں سطحی مفہوم کے ساتھ محدودیت ہے اور 'بصیرت' اپنے معنی کے اعتبار سے وسعت اور گہرائی کا حامل ہے۔ لفظ بصیرت روحانیت کے سبھی مفاہیم کو سمیٹ لیتا ہے۔ ترجمہ نگار کے لیے لازم ہے کہ ترجمے کے عمل میں وہ صحیح لفظ کا انتخاب کرے اور وہ لفظ کی شخصیت سے مکمل طور پر آگاہ ہو۔(6) اور لفظ، مفہوم اور فکری پس منظر کو بھی ملحوظ رکھے۔

It cannot, however, be denied that Ghazali's mission was almost apostolic like that of Kant in Germany of the eighteenth century. In Germany rationalism appeared as an ally of religion, but she soon realized that dogmatic side of religion was incapable of demonstration. The only course open to her was to eliminate dogma from the sacred record. With the elimination of dogma came the utilitarian view of morality, and thus rationalism completed the reign of unbelief. Such was state of theological thought in Germany when Kant the appeared. (7)

1۔ بایں ہمہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ غزالی کی دعوت میں ایک پیغمبرانہ شان پائی جاتی تھی۔ کچھ یہی حیثیت اٹھارویں صدی میں کانٹ کو جرمنی میں حاصل ہوئی۔ جرمنی میں بھی اس وقت عقلیت کو مذہب کا حلیف تصور کیا جاتا تھا لیکن پھر تھوڑے ہی دونوں میں جب یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ عقائد کا اثبات از روئے عقل ناممکن ہے تو اہل جرمنی کے لیے بجز اس کے چارہ کار نہ رہا کہ عقائد کے حصے کو مذہب سے خارج کر دیں۔ مگر عقائد کے ترک سے اخلاق نے افادیت پسندی کا رنگ اختیار کیا اور اس طرح عقلیت ہی کے زیر اثر بے دینی کا دور دورہ عام ہو گیا۔ یہ حالت تھی مذہبی غور و فکر کی جب کانٹ کا ظہور جرمنی میں ہوا۔(8)

Mission کے معنی مقصد کے ہیں۔ یورپ میں عیسائی مشنریوں کے تبلیغی سرگرمیوں کے لیے یہ ایک مذہبی اصطلاح کے طور پر برتا جاتا۔ Mission کا ترجمہ دعوت کیا گیا ہے Apostolic کا ترجمہ 'پیغمبرانہ' کیا گیا ہے۔ انگریزی میں Apostolic یہ اصطلاح مسیحی الاصل ہے۔ اناجیل کے اردو ترجموں میں رسول کے لیے استعمال ہوئی۔ اس سے مراد وہ بلند مرتبہ انسان جو درست مذہبی زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر دیں چونکہ خطاب مغرب سے تھا اسی لیے وہ اصطلاحات برتی گئیں جو مغربی ادب کا جزو بن گئی تھیں۔(9) مگر یہاں نبوت کے روایتی تصور کے برعکس فکری اصلاح اور روحانی احیاء کی شدت اور سنجیدگی کو بیان کیا گیا ہے جو غزالی اور کانٹ کی فکر میں مشترکہ عنصر کے طور پر موجود ہے۔

sacred record کا ترجمہ 'عقائد کے حصے کو مذہب سے خارج کر دیں' انگریزی متن کے مفہوم کا ترجمہ کیا گیا جیسا کہ ڈاکٹر لائٹنر نے کہا کہ عبارت کا اصل مفہوم سمجھ کر اسے اپنی زبان میں بیان کر دینا چاہیے۔(10) انگریزی متن appeared کا ترجمہ نذیر نیازی صاحب نے ظہور کیا' جب کانٹ کا ظہور جرمنی میں ہوا' ترجمہ کے ضمن میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ مترجم معنی کے اعتبار سے بہترین الفاظ کا چناؤ کرے۔ اس اعتبار سے نیازی صاحب کے ہاں ہمیں اس کی کاوش نظر آتی ہے جبکہ باقی مترجمین لفظی ترجمہ پر دھیان دیا اس لیے ان کے ہاں بعض اوقات الفاظ کا انتخاب مضحکہ خیز صورت اختیار کر لیتا ہے۔

2۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غزالی کا مشن اسی طرح پیغمبرانہ تھا جس طرح اٹھارہویں صدی میں جرمنی کے اندر کانٹ کا تھا۔ جرمن میں عقلیت پسندی مذہب کے معاون کے طور پر ابھری لیکن جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ مذہب کا عقایدی پہلو عقل کی ترازو پر تولا جانے والا نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے لیے ایک ہی راہ رہ گئی تھی کہ مقدس آثار میں سے عقاید کو خارج کر دے۔ یوں کر دینے سے اخلاق کا افادی زاویہ ابھر آیا اور یوں عقلیت پسندی نے بے اعتقادی کے ہاتھ میں باگ دے دی۔ جرمنی میں دینی سوچ کی کچھ ایسی صورت تھی جب کانٹ ابھرا۔(11)

Mission کا ترجمہ کنجاہی صاحب نے نہیں کیا بلکہ اس لفظ کو انہوں نے اردو املاء میں مشن ہی لکھا ہے۔ Apostolic کا ترجمہ کنجاہی صاحب نے بھی 'پیغمبرانہ' ہی کیا، ally کا ترجمہ نیازی صاحب نے 'حلیف' کیا ہے جبکہ کنجاہی صاحب نے اس کا آسان ترجمہ 'معاون' کے کیا ہے۔ جس میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ 'مذہب کا اثبات عقل سے نہیں کیا جا سکتا' اس عبارت کا ترجمے 'عقل کی ترازو پر تولا جانے والا' کیا ہے محاوراتی انداز ہے۔ sacred record کا ترجمہ 'مقدس آثار' کیا گیا ہے۔ جس کے اردو معنی محفوظ کرنا، اندراج، دفتر اور نوشتہ کے ہیں۔ انگریزی لفظ کا یہ ایک موزوں ترجمہ ہے۔

Rationalism completed the reign of unbelief 'عقلیت پسندی نے بے اعتقادی کے ہاتھ میں باگ دے دی' اسی عبارت کا ترجمہ نذیر نیازی نے اس طرح کیا ہے۔ "عقلیت ہی کے زیرِ اثر بے دینی کا دور دورہ عام ہو گیا" شریف کنجاہی کا ترجمہ خوبصورت اور بامحاورہ تو ہے مگر نذیر نیازی کے ہاں ترجمہ سادہ اور رواں ہونے کی وجہ سے تفہیم زیادہ ہے۔

Kant the appeared کا ترجمہ 'کانٹ ابھرا' کیا ہے۔ جملے کی بناوٹ میں 'ابھرنے' کا لفظ ایک عامیانہ جوڑ محسوس ہو رہا ہے۔ خطبات جو ایک علمی اور فکری تصنیف ہے جس کے لیے ایک خاص علمی سطح کے الفاظ کا چناؤ ہی ہونا چاہیے کنجاہی صاحب کے ہاں اس کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا اور کم تر درجے کے الفاظ بھی ترجمے میں نظر آتے ہیں۔ جس کے باعث ان کا ترجمہ بھی تنقید سے بچ نہیں پاتا۔

3۔ کسی صورت اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ غزالی کی تبلیغ میں اٹھارویں صدی کے جرمن (فلسفی) کانٹ کی طرح مصلحانہ شان **(Apostolic)** پائی جاتی ہے۔ جرمن میں عقلیت **(Rationalism)** مذہب کے حلیف کے طور پر ابھری، لیکن اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ مذہب کا غطرسی پہلو **(dogmatic)** پیش کیے جا سکنے کے قابل نہیں۔ اب اس کے لیے ایک ہی راستہ کھلا تھا کہ اپنے غطرسی نظام کو تقدیس کی بیاض سے خارج کر دیا جائے۔ غطرسی نظام کے خارج ہوتے افادیت پسندی **(utilitarian)** کی اخلاقیات در آئی اور یوں عقلیت ہی نے لادینی **(unbelief)** کی مملکت کو مکمل کر دیا۔ جرمنی میں دینیاتی فکر کی یہ صورتحال تھی، جب کانٹ کا ظہور ہوا۔(12)

شہزاد صاحب نے Apostolic کا ترجمہ 'مصلحانہ شان' کیا ہے جس میں اصلاح کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ اس کے برعکس 'ہادیانہ' استعمال کیا جا سکتا تھا متن میں dogma عقیدہ کے لیے استعمال ہوا۔ شہزاد صاحب نے اس کے لیے 'عطرسی' کی اصطلاح برتی ہے عقائد کی اصطلاح سادہ اور قابلِ فہم ہے۔ جبکہ 'عطرسی' مشکل اصطلاح ہونے کے ساتھ مستعمل بھی نہیں ہے۔ اس لیے مصنف کا یہ دعوی کہ انہوں نے رواں اور قابلِ فہم اسلوب اختیار کیا ہے ۔ باطل ہو جاتا ہے۔ شہزاد صاحب نے sacred record کا ترجمہ 'تقدیس کی بیاض' کیا بیاض کا لفظ انگریزی میں 'نوٹ بک' کے طور پر استعمال ہوتا ہے جبکہ اردو میں ایسی کتاب جس میں منتخب اشعار، نسخے یا مضامین لکھے جائیں، جبکہ تقدیس کا لفظ پاکیزگی کے معنوں میں مستعمل ہے ۔ 'لادینی کی مملکت' استعاراتی انداز کا ترجمہ ہے۔ جو ترجمہ کے اسلوب میں فکری قوت پیدا کر رہا ہے۔

4۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ غزالیؒ کا مشن کانٹ کی طرح پیغمبرانہ تھا جو مؤخر الذکر نے اٹھارہویں صدی کے جرمنی میں اپنایا۔ جرمنی میں عقلیت کا مذہب کی حلیف کے طور پر ظہور ہوا مگر اسے جلد ہی احساس ہو گیا کہ مذہب کا اعتقادی پہلو دلیل و برہان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کا صرف ایک ہی حل تھا کہ عقیدے کو مذہب کی مقدس دستاویز سے الگ کر دیا جائے۔ مذہب سے عقیدے کو ہٹا دینے سے اخلاق کا افادی پہلو سامنے آیا اور یوں عقلیت نے لادینیت کی فرمانروائی کو مستحکم کر دیا۔ جرمنی میں کانٹ کی پیدائش کے وقت الٰہیات کا کچھ ایسا ہی حال تھا۔(13)

وحید عشرت صاحب نے sacred record کا ترجمہ 'مقدس دستاویز' کیا۔ ترجمہ سادہ اور لغوی تو ہے مگر اصطلاحی اعتبار سے اس میں محدودیت پائی جاتی ہے۔ جبکہ اردو میں اس سے زیادہ جامع اور روایت سے ہم آہنگ الفاظ بھی دستیاب ہیں مثال کے طور پر 'مقدس متن' نیازی صاحب نے 'مذہب' کا لفظ غالباً عبارت کی تفہیم کے لیے استعمال کیا جبکہ متاخرین نے لفظی ترجمے سے کام لیا جس کی وجہ سے عبارت چست اور برجستہ نہیں۔ 'مذہب سے عقیدے کو ہٹا دینا' علمی کتاب کے حوالے سے ایک نامناسب لفظ ہے۔ جبکہ روزمرہ کے الفاظ تحقیقی نثر کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتے۔ وحید عشرت نے appeared کا انگریزی متن سے قطعی ہٹ کر 'پیدائش' ترجمہ کیا۔ فکری سیاق میں ایک بائیولوجیکل مفہوم ایک الگ ہی تاثر پیدا کرتا ہے۔ سید نذیر نیازی کے ترجمہ کی خصوصیت انگریزی عبارت کے مقابل علمی اور رواں اسلوب بیان ہے، جس سے ترجمہ میں ابلاغ کا عنصر پیدا ہوا۔ کفایت لفظی سے بھی کام لیا گیا ہے جس سے ترجمہ اپنے اصل متن کے قریب نظر آتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نذیر نیازی صاحب کا ترجمہ متن سے قریب نظر آتا ہے ۔

Thus, the affirmation of spirit sought by Christianity would come not by the renunciation of external forces which are already permeated by the illumination of spirit, but by a proper adjustment of man's relation to these forces in view of the light received from the world within.it is the mysterious touch of the ideal that animates and sustains the real, and through it alone we discover and affirm the ideal. (14)

1۔ لہذا مسیحیت کو جس روح کی تلاش ہے اس کے اثبات کی یہ صورت نہیں کہ ہم اپنا منہ خارجی قوتوں سے موڑ لیں کیونکہ یہ قوتیں تو ہماری روح کے نور سے پہلے ہی مستنیر ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ہم ان روابط کے توافق و تطابق میں، جو ہمارے اور ان کے درمیان قائم ہیں، اس روشنی سے کام لیں جو ہمیں اپنے اندر کی دنیا سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ حقیقت یا عینی ہی کا پراسرار اتصال ہے جو مجاز یا واقعی کے اندر زندگی پیدا کرتا اور اسے سہارا دیتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر ہم عینی یا عالمِ حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں تو واقعی کی وساطت سے۔(15)

نذیر نیازی نے ترجمے کی ابتدائی عبارت میں لفظی ترجمے کے بجائے اس کا مفہوم بیان کیا ہے انگریزی عبارت کے مقابل علمی اور رواں اسلوب بیان ہے، جس سے ترجمہ میں ابلاغ کا عنصر پیدا ہوا۔ البتہ mysterious touch کا ترجمہ پراسرار اتصال کیا ہے جس کے معنی تو پراسرار لمس کے ہیں غالباً مترجم کے نزدیک لفظی ترجمے سے زیادہ خیال کی ترسیل تھی۔ اسی لیے اصل مفہوم کو سمجھ کر رواں اور بامعنی انداز میں بیان کر دیا۔ باوجود اس کے بعض اہل علم نے ترجمے کی زبان کو ادق، پیچیدہ اور مبہم قرار دیتے ہوئے اسے گمراہ کن حد تک اصل سے مختلف بھی کہا۔(16) نیازی صاحب کے ترجمے میں ثقالت اور پیچیدگی کا احساس عربی و فارسی اصطلاحات کی وجہ سے تو ممکن ہے، لیکن اس سے یہ اندازہ کرنا درست نہیں کہ عربی و فارسی کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ ایسے خیالات کو محض ''شدتِ رائے'' ہی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ نیازی صاحب نے محض لغوی ترجمے سے گریز کرتے ہوئے فلسفیانہ مفاہیم کو تصوف کی اصطلاحات میں بیان کیا ہے جو موضوع کے اعتبار سے درست ہے

2۔ اس طرح باطنی زندگی کا وہ اثبات جو عیسائیت چاہتی تھی ان خارجی قوتوں کو ترک کرنے میں نہیں جن میں معنوی تجلی پہلے ہی جگمگ کر رہی ہے بلکہ داخلی دنیا سے ہاتھ آئے نور کی روشنی میں ان طاقتوں کے ساتھ انسان کے تعلقات کو ہم آہنگ کرنے میں ہے۔ کسی مقصود کا در پردہ ہاتھ ہی موجود کو زندگی اور قوت بخشتا ہے اور اسے حرکت آشنا رکھتا ہے اسی کے ذریعے ہم مقصود کو کھوج سکتے ہیں اور اس کی تصدیق کر سکتے ہیں(17)

شریف کنجاہی کے ہاں ترجمے نے رائج طریقوں سے ہٹ کر ایک الگ انداز اختیار کیا اور تفہیم کی کوشش میں انہوں نے الفاظ کے چناؤ میں تساہل پسندی سے کام لیا۔ جبکہ علمی ترجمے کی ذیل میں اصل توجہ موضوع کے اعتبار سے وضع اصطلاحات اور ایسے الفاظ کا استعمال پر ہونی چاہیے تھی جو موضوع سے مطابقت رکھتے ہوں اور کنجاہی صاحب کے ہاں اسی کی کمی نظر آتی ہے گو وہ پیرایہ اظہار کو بدل کر تفہیم کی سعی کرتے ہیں لیکن اس سے ترجمہ متاثر ہوتا ہے مثال کے طور پر درجِ بالا متن میں انہوں نے illumination کا ترجمہ لفظ 'جگمگ' سے کیا گو کہ اس کے معنی روشنی کے بھی ہیں اکثر الفاظ عام طور پر ظاہراً ہم معنی نظر آتے ہیں مگر ایک ہی لفظ کے کئی معنی ہوتے ہیں بغور جائزہ لیں تو اس کے امتیازات واضح ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر اردو میں کئی الفاظ ہم معنی نظر آتے ہیں لیکن ان کے درست استعمال میں بہت فرق ہے۔ مثلاً 'عریاں، ننگا اور برہنہ' بظاہر ہم معنی ہیں لیکن ان کا درست استعمال ہی انہیں صحیح معنی عطا کرتا ہے روشنی کی صفت جگمگانا ہے۔ اس لیے یہاں روشن یا منور کا استعمال زیادہ بر محل معلوم ہوتا ہے۔(18) اسی طرح 'ہاتھ آئے' کا استعمال عام بول چال میں تو درست ہو سکتا ہے مگر ایک علمی اور سنجیدہ کتاب کے ضمن میں ایسے الفاظ کا انتخاب معنوی سطح پر ترجمے کو متاثر کرتے ہیں۔ اسی طرح mysterious touch کا ترجمہ کنجاہی صاحب نے 'مقصود کا در پردہ ہاتھ' کیا ہے۔ جبکہ اردو زبان کے ثقافتی و محاوراتی پس منظر میں اس لفظ کا استعمال عام طور پر منفی معنوں میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ چوری چھپے، پردے میں چھپا کر، پیٹھ پیچھے وغیرہ۔ جبکہ متن کا مزاج ایک روحانی تفاعل کو ظاہر کر رہا ہے۔ کنجاہی صاحب کو چاہیے تھا کہ ترجمے کے وقت وہ زبان کے مزاج کو بھی پیشِ نظر رکھتے کیونکہ ترجمہ کے عمل میں لغوی مطابقت سے بڑھ کر متن کے سیاق، اصطلاحات کے بر محل استعمال اور ادبی شائستگی کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ زبان محض رابطے کا ذریعہ نہیں تہذیبی و فکری مظہر بھی ہے اور جب مختلف طبقوں پیشوں اور زبانوں کے لوگ اسے برتتے ہیں تو الفاظ و محاورات کی ادائیگی بدل جائے گی۔(19) بائبل کے کئی تراجم آسان انگریزی میں ہونے کے باوجود ان کی خاصیت یہ ہے کہ کلام ربانی کی شان کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔(20) مثال کے طور پر New international version جس میں کلامِ ربانی کے وقار کے ساتھ معنویت اور تقدس کا لحاظ رکھا گیا ہے یہ انگریزی ترجمہ روایت اور تفہیم کے درمیان رابطے کا کام دیتا ہے اسی طرح ضروری تھا کہ کتاب کی علمی و سنجیدہ نوعیت کو پیشِ نظر رکھا جاتا۔

3۔ چنانچہ جس روح کی عیسائیت کو تلاش ہے، اس کا اثبات یوں نہیں ہوتا کہ ہم خارجی قوتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں، حالانکہ ان کا نفوذ ہماری روح کے نور میں پہلے ہی سے ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان قوتوں کے ساتھ اس روشنی کے حوالے سے، جو ہمیں اندرونی دنیا سے حاصل ہوتی ہے، انسان مطابقت کا رشتہ استوار کرے۔ یہ مثالی کا پراسرار لمس ہے جو حقیقی کو زندگی بھی دیتا ہے اور قائم بھی رکھتا ہے۔ اور صرف اسی کے حوالے سے ہم مثالی کو دریافت بھی کرتے ہیں اور اس کا اثبات بھی کرتے ہیں۔(21)

شہزاد احمد نے اس پیرا گراف میں قدرے وضاحتی رنگ اختیار کیا کہیں لفظی ترجمہ بھی کیا ہے permeated کے لیے نفوذ کا لفظ استعمال کیا ہے اسی طرح mysterious touch کا ترجمہ پر سرار لمس ہی کیا ہے مگر 'عینی' کا ترجمہ انہوں نے مثالی سے کر دیا ہے یہ عام فہم تو ہے مگر اصطلاح کا ترجمہ نہیں کیا جاتا ۔شہزاد صاحب اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض مقامات پر اصطلاح کی جگہ مطلب بیان کر دیا ہے تاکہ مفہوم میں بگاڑ پیدا ہوئے بغیر تفہیم ہو سکے۔(22) مترجم کی یہ وضاحت قابلِ فہم نہیں کیونکہ انہوں نے پہلے خطبے میں اکثر مقامات پر بعض انگریزی الفاظ کے مقابل مشکل اور دقیق اردو الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ مثلاً

Transformation کے لیے 'قلبِ ماہیت' Dogma کے لیے 'اذعان' Dogmatic کے لیے 'غطرسی' Dogma کے لیے 'ادعا' اور Vagrant impulse کے لیے 'آوارہ انگیزشوں' Focal کے لیے 'نفسِ ماسکہ' cognitive کے لیے 'تفکرانہ' Authority کے لیے 'حجیت' جیسے الفاظ استعمال کیے۔ حالانکہ ان کے متبادل آسان اردو الفاظ موجود تھے۔

4۔ پس عیسائیت، جس روح کی بحالی کی خواہاں ہے ۔وہ بیرونی قوتوں کے انکار سے ممکن نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی روحانیت سے منور ہیں۔ اس کے لیے ہمیں اندر سے حاصل کردہ روشنی میں ان قوتوں کے اپنے روابط کو مناسب طور پر استوار کرنا ہوگا۔ عینیت کا پراسرار لمس ہی حقیقت کو زندگی عطا کرتا ہے اور اسے قائم رکھتا ہے۔(23)

وحید صاحب کا ترجمہ صاف اور واضح ہے ماسوائے لفظ 'روح کی بحالی' کے ،بحالی سے مراد کسی چیز کو اس کی پہلی حالت پر قائم کرنے کے ہیں متن میں 'روح کا اثبات' استعمال کیا ہے دیگر مترجمین نے بھی 'اثبات' ترجمہ کیا ہے۔ وحید عشرت صاحب کا بھی یہ دعوٰی رہا کہ جہاں تک ممکن ہوا قبال کی فکر تک رسائی ہو سکے اور یہ کہ اگر اقبال اردو میں لکھتے تو اپنا منشاء کس طرح بیان کرتے۔(24) مصنف کی خواہش تو قابلِ احترام ہے مگر یہ سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔ کیونکہ ترجمے کے ضمن میں دعوٰے تو بہت ہوئے مگر کوئی اس معیار تک نہ پہنچ سکا۔

The incommunicability of mystic experience is due to the fact that it is essentially a matter of inarticulate feeling, untouched by the discursive intellect. It must, however, be noted that mystic feeling, like all feeling, has cognitive element also; and it is, I believe because of this cognitive element that it lends itself to the form of idea. In fact, it is the nature of feeling to seek expression in thought. (25)

1۔ پھر اگر صوفیانہ مشاہدات کو دوسروں تک پہنچانا ناممکن ہے تو اس لیے بھی کہ یہ مشاہدات وہ غیر واضح احساسات ہیں جن میں عقلی استدلال کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے دوسرے احساسات کی طرح صوفیانہ احساس میں بھی تعقل کا ایک عنصر شامل رہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں یہی مشمول تعقل ہے جس سے بالآخر اس میں فکر کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ دراصل احساس کا اقتضا ہی یہ ہے کہ اس کا اظہار فکر کے پیرائے میں کیا جائے۔(26)

Incommunicability کے معنی 'ناقابلِ اظہار' یا 'غیر منسلک' کے ہیں نیازی صاحب نے اس کا مفہوم 'پہچانا ناممکن ہے' لکھا ہے mystic کا معنی 'صوفیانہ' کے ہیں نذیر نیازی اس کا ترجمہ سری کرتے ہیں۔ جس سے مراد وہ ذریعہ علم جو پر اسرار ہو اور جس کا تعلق اہلِ باطن کے وجدان اور مشاہدات سے ہو۔ اور جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی حیثیت بھی پر اسرار ہی رہتی ہے۔ experience بمعنی تجربے میں آنا اور کسی حقیقت کا شعور، حواس تجربے کا ذریعہ ہیں اور تجربہ علم کا۔ اقبال کے مطابق experience کو محسوسات و مدرکات کہنا چاہیے ، کیونکہ اردو میں کوئی ایسی اصطلاح وضع نہیں ہوئی جس کے ذریعے ذہن اس کے فلسفیانہ مفاہیم کا ادراک کر سکے۔ البتہ 'مشاہدہ' کا لفظ بڑی حد تک اپنے لغوی معنوں میں بطور مترادف ہے۔(27) inarticulate 'مبہم' یا 'غیر واضح' discursive جس کے معنی بحث کرنے والا مگر نذیر نیازی نے یہاں عقلی استدلال کا لفظ استعمال کیا ہے۔ seek تلاش اور expression 'اظہار' نیازی صاحب نے حتی الامکان زبان کے لفظی ترجمے سے گریز کرتے ہوئے انگریزی متن کے مفہوم کے ترجمے کو مناسب اسلوب کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ اسی بناء پر ان کا ترجمہ باوجود فارسی عربی مصطلحات کے اصل متن کے قریب نظر آتا ہے۔

2۔ عرفانی تجربے کے ابلاغ ناپذیر ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ معاملہ ہی کچھ ایسا ہے جس کا تعلق اصل میں غیر ملفوظ یا خاموش احساس کے ساتھ ہے جو منطقی ذہن کی رسائی سے دور ہے۔ اس بات کی طرف بھی دھیان کرنا بھی ضروری ہے کہ عرفانی احساس بھی ہر احساس کی طرح ایک دانستی عنصر رکھتا ہے اور میرے خیال میں اسی کے باعث یہ پنداشت کا روپ دھار لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ احساس کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ سوچ میں اپنا اظہار کرے۔(28)

mystic experience کے لیے کنجاہی صاحب نے 'عرفانی تجربہ'، Incommunicability کے لیے پہنچائی نہیں جاسکتی inarticulate 'غیر ملفوظ' یا 'خاموش احساس' discursive کے لیے 'منطقی ذہن' cognitive element کے معنی 'علمی عنصر' جسے نیازی صاحب نے 'تعقل کا عنصر' ترجمہ کیا جبکہ کنجاہی صاحب نے 'دانستی عنصر' دانستہ کے معنی عام طور پر 'قصداً، یا ارادتاً' کے معنوں میں مستعمل ہے۔ form of idea کے 'معنی خیال کی صورت'، نیازی صاحب نے اس کے لیے 'فکر کا رنگ' ترجمہ کیا اور کنجاہی صاحب نے اس کا ترجمہ 'پنداشت' کیا جو عام طور پر مانوس نہیں۔ البتہ کنجاہی صاحب کے ہاں ترجمہ رواں اور سادہ ہے کچھ الفاظ کے ترجمے کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ایجاز ترجمے کی بنیادی خوبی میں شمار ہوتا ہے مگر عام طور پر کنجاہی صاحب محض تفہیم کی سعی کرتے نظر آتے ہیں جس میں وہ کامیاب بھی ہیں۔

3۔ مذہبی واردات دوسروں تک پہنچائی نہیں جاسکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بنیادی طور پر گونگے جذبات کا معاملہ ہے، جنہیں استدلالی منطق چھو کر بھی نہیں گزری۔ بہر صورت یہ ضرور نظر میں رکھنا چاہیے کہ تمام احساسات کی طرح متصوفانہ احساسات میں بھی تفکر کا عنصر موجود ہوتا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس تفکرانہ عنصر کے باعث وہ خود کو خیال کی صورت دے لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ احساس کی خاصیت ہے کہ وہ فکر میں اپنا اظہار تلاش کرتا ہے۔(29)

mystic experience کے لیے شہزاد احمد نے 'مذہبی واردات' ترجمہ کیا ہے۔ مگر Mystic کا لفظ جس طرح روحانی و باطنی مفہوم کی وضاحت کر رہا وہ لفظ 'مذہبی، ادا کرنے سے قاصر ہے۔ نذیر نیازی اور شریف کنجاہی کا ترجمہ زیادہ قریب المعنی ہے۔ یہاں Mystic کا ایسا اردو متبادل لفظ ہونا چاہیے تھا جس میں فصاحت ہو inarticulate 'گونگے جذبات' یہ لفظی ترجمہ ہے۔ جبکہ لفظ 'گونگے جذبات' نامانوس ہونے کے ساتھ غیر فصیح بھی ہے۔ discursive 'استدلالی منطق' یہاں محض استدلال یا منطق کا لفظ زیادہ موزوں تھا۔ یہ اصطلاح تکرارِ معنی کا باعث ہے۔ cognitive element' تفکر کا عنصر' ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ مترجم نے تعقل کی جگہ تفکر کا عنصر استعمال کیا دونوں میں ایک باریک سا فرق ہے جو عام طور پر ملحوظ نہیں رکھا جاتا ،' تفکر' کا لفظ غور و فکر کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں سطحیت کا عنصر زیادہ ہے۔ جبکہ لفظ cognition کا تعلق ادراک و شعور سے ہے اور یہ عام غور و فکر سے بالاتر مسئلہ ہے اب اگر ہم موضوع پر غور کریں تو یہ بات بآسانی سمجھ آجائے گی کہ موضوع کا تعلق عقل سے متعلق ہے نہ کہ محض غور و فکر سے۔ اسی لیے مترجم کا یہ فرض ہے کہ وہ صحیح الفاظ کے لیے تگ و دو کرے تاکہ ترجمے میں موزونیت پیدا ہو سکے۔

4۔ صوفیانہ مشاہدات کے ناقابل ابلاغ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر احساسات ہیں جن میں عقلی استدلال کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ مگر مجھے اس بات کا یقین ہے صوفیانہ محسوسات میں بھی دیگر محسوسات کی طرح ادراکی عنصر موجود ہوتا ہے۔ اور محسوسات میں ادراک کا یہ عنصر ان صوفیانہ مشاہدات کو تصورات علم میں متشکل کر سکتا ہے۔ در حقیقت احساس کی فطرت میں ہے کہ وہ فکر میں ڈھل جائے۔ (30)

وحید عشرت نے Mystic Experience کا ترجمہ 'صوفیانہ مشاہدات' inarticulate 'ناقابل ابلاغ' discursive عقلی استدلال cognitive element کا ترجمہ 'ادراکی عنصر' کیا جبکہ آخری عبارت کا پورا مفہوم ہی بدل دیا 'فکر میں اظہار' کو مترجم نے 'فکر میں ڈھل جانے' سے تبدیل کر دیا ہے جو کہ مناسب ترجمہ نہیں ہے۔ ترجمے کا مقصد قارئین کو انگریزی متن میں پیش کی جانے والی فکر سے روشناس کروانا ہے۔ ایسے میں ترجمے کے لیے الفاظ کا درست چناؤ ہی فکر و خیال کی تفہیم کا سبب بنتا ہے۔

نتائج

اقبال کے انگریزی خطبات سے خطبہ اول کے تراجم کے جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مترجمین نے اپنے اسلوب، لسانی ذوق اور عہد کے فکری پس منظر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خطبات کی تفہیم میں اہم کردار ادا کیا جہاں کہیں تو فکری اشارات اور فلسفیانہ نکات کو بہترین انداز میں پیش کیا گیا اور کہیں زورِ بیان میں تجاوز بھی کر گئے مگر خطبات کی تفہیم کے ضمن میں یہ ایک سنجیدہ علمی کاوش ہے جس سے ترجمہ نگاری کی مشکلات اور فنی تقاضوں کو بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی سطح کے اعلیٰ تراجم کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

اقبال کے انگریزی خطبات کے اردو تراجم پاکستان بننے کے تقریباً دس سال بعد عمل میں آئے۔ جس میں سب سے پہلا ترجمہ نذیر نیازی صاحب کا تھا۔ جس پر سب سے بڑا اعتراض زبان کی مشکلات کے حوالے سے تھا۔ لیکن 1992ء تک یہ اعتراض ہی رہا اور اس پر کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ پھر 1992ء سے 2002ء تک مزید تین ترجمے (شریف کنجاہی، شہزاد احمد، عشرت وحید) منظرِ عام پر آئے مگر تحقیقی و تقابلی جائزے کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ دورِ حاضر کی جدید سہولیات اور زبان کے بدلتے مزاج کے باوجود نیازی صاحب کا ترجمہ ہی اصل متن کے قریب ہے گو باقی مترجمین نے بھی ترجمے کے کام کو خلوص نیت سے کیا بعض مقامات پر شریف کنجاہی اور شہزاد احمد مفہوم کی ترسیل میں نیازی صاحب سے کہیں آگے دکھائی دیتے

ہیں۔ مگر مجموعی طور پر نیازی صاحب کا ترجمہ زیادہ جامع اور بامعنی ہے جبکہ وحید عشرت صاحب نے نیازی صاحب کے ترجمے کا ہی ترجمہ کر دیا ہے۔ جبکہ باقی تینوں مترجمین سے وحید صاحب زیادہ باوسائل تھے۔

آئندہ تحقیق کی جہات

دورِ حاضر میں اردو زبان میں داخل ہونے والی لفظیات کے ساتھ ساتھ ترجمہ نگاری میں مذہبی و فلسفیانہ اصطلاحات کے مسائل کو سمجھتے ہوئے نئے تراجم کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ علاوہ ازیں انگریزی خطبات میں بے شمار علمی و فکری مباحث اٹھائے گئے ان مباحث کے تجزیاتی و اطلاقی مطالعے کے ساتھ وضع اصطلاحات جو کہ خطبات کے تراجم کے ضمن میں ایک اور ضروری پہلو ہے اس پر سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ادارہ جاتی تحقیق میں جو طلباء سنجیدہ مزاج اور تحقیق کا شعور رکھتے ہوں ان میں اس کام کے لیے دلچسپی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

1. Muhammad Iqbal, Dr: The Reconstruction of Religious Thought in Islam (Lahore: Sheikh Ashraf bookseller and publisher,1944) 1st Lecture, Page No. 3, 1

2۔ سید نذیر نیازی: تشکیل جدید الہٰیات اسلامیہ (پہلا خطبہ)، (لاہور: بزمِ اقبال، 2000ء)، ص39

3۔ شریف کنجاہی: مذہبی افکار کی تعمیر نو (پہلا خطبہ)، (لاہور: بزمِ اقبال، 2015ء)، ص15

4۔ شہزاد احمد: اسلامی فکر کی نئی تشکیل (پہلا خطبہ)، (لاہور: مکتبہ خلیل، 2005ء)، ص20

5۔ وحید عشرت، ڈاکٹر: تجدیدِ فکریات اسلام (پہلا خطبہ)، (لاہور: اقبال اکادمی، 2021ء)، ص17

6۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، فن ترجمہ نگاری، (دہلی: شمر پرنٹر، 1996ء)، ص32

7. The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Page No. 5.

8۔ تشکیل جدید الہٰیات اسلامیہ، محولہ بالا، ص41

9۔ ایضاً، ص295، 296

10۔ فن ترجمہ نگاری، محولہ بالا، ص35

11۔ مذہبی افکار کی تعمیرِ نو، محولہ بالا، ص17

12۔ فکر اسلامی کی نئی تشکیل، محولہ بالا، ص21

13۔ تجدیدِ فکریاتِ اسلام، محولہ بالا، ص19

14. The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Page No. 9

15۔ تشکیل جدید الہٰیات اسلامیہ، محولہ بالا، ص45، 46

16۔ کنیز فاطمہ یوسف، ڈاکٹر: اقبال کے انگریزی خطبات، مشمولہ "اقبال شناسی اور فنون"، مرتب: سلیم اختر، (لاہور، بزمِ اقبال، 1988ء)، ص259

17۔ مذہبی افکار کی تعمیرِ نو، محولہ بالا، ص21، 22

18۔ نثار احمد قریشی، ترجمہ روایت اور فن، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء)، ص61

19۔ ایضاً، ص87

20۔ ایضاً، ص108

21۔ فکر اسلامی کی نئی تشکیل، محولہ بالا، ص25

22۔ایضاً، ص11

23۔ تجدیدِ فکریاتِ اسلام، محولہ بالا، ص23

24۔ایضاً، ص234

25.The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P. No. 22.

26۔ تشکیل جدید الہٰیات اسلامیہ، محولہ بالا، ص58

27۔ایضاً، ص290

28۔مذہبی افکار کی تعمیرِ نو، محولہ بالا، ص34

29۔ فکرِ اسلامی کی نئی تشکیل، محولہ بالا، ص42

30۔ تجدیدِ فکریاتِ اسلام، محولہ بالا، ص37

ماخذات

1. Muhammad Iqbal, dr: The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Lahore: Sheikh Ashraf bookseller and publisher,1944

2۔ نیازی، نذیر، سید: تشکیل جدید الہٰیات اسلامیہ، لاہور: بزمِ اقبال، 2000ء

3۔ کنجاہی، شریف: مذہبی افکار کی تعمیر نو، لاہور: بزمِ اقبال، 2015ء

4۔احمد، شہزاد: اسلامی فکر کی نئی تشکیل، لاہور: مکتبہ خلیل، 2005ء

5۔ عشرت، وحید، ڈاکٹر: تجدیدِ فکریات اسلام، لاہور: اقبال اکادمی، 2021ء